

## حضرت شیخ یونس صاحبؑ کی کہانی، خود ان ہی کی زبانی

مولانا محمد حماد ندوی ناظم معہد الاسلامی و ایڈیٹر مجلہ ”النصیحہ“ بھٹکل

یعنی صحابہ کرام اور پھر درجہ بدرجہ خیر القرآن کے حافظ اس قدر توی تھے کہ جو سنتے من وعن وہ محفوظ ہو جاتا، اور پھر انہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس قدر محبت و عشق تھا کہ آپ کی ہر ہر ادا اور کیفیت بیان تک کو محفوظ رکھا، اور پھر اپنے تک ہی محدود نہیں رکھا، بلکہ انگوں تک بھی پہنچا دیا، اور اس کا خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا، چنانچہ ارشاد ہے: ”أَلَا فَلْيَسْلُغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمْ الْغَائِبَ“ اور ارشاد نبوی ہے: ”نَضَرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِي، فَحَفِظَهَا، وَوَعَاهَا، وَأَدَّاهَا كَمَا سَمِعَ، فَرَبَّ مُبَلِّغٍ أَوْعَى لَهُ مِنْ سَامِعٍ“ پھر جب حفظ میں کمزوری آنی شروع ہوئی تو اس کی جگہ کتابت نے لے لی، اور کتابت حدیث بھی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے ثابت ہے، اور آج تک اس کا تعامل جاری ہے۔

اب ممکن تھا کہ کوئی فضائل کی تحصیل کے شوق میں ہر رطب و یابس روایت کرنا شروع کر دے، جس سے خلل فی الحدیث واقع ہو تو اس کا سدباب ”يَسْأَلُهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا“۔ (سورہ حجرات: ۶)

اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی غیر متقی کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو، کے عام حکم سے اور ”مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَّبِعْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ“ کے خاص حکم سے کر دیا، جس کی وجہ سے ائمہ جرح و تعدیل اور محدثین کرام نے وضع حدیث کے تمام راستوں کو بند کر دیا، اور چودہ صدی گزرنے کے باوجود آج بھی صحیح و ضعیف اور موضوع و مکذوب روایات میں امتیاز سہل ہو گیا۔

الحمد للہ ہر صدی میں ایسے اصحاب الجرح والتعدیل اور محقق علماء

حق تعالیٰ شانہ نے اپنے آخری دین متین کو حضرت خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرما کر اسے قیامت تک کے لئے محفوظ فرمانے اور اعداء دین کی شر پسندیوں سے بچانے کا خود ہی وعدہ اور انتظام فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد بانی ہے: ”إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ“ (سورہ حجر: ۹) ہم نے یہ نصیحت نامدا تارا ہے، اور ہم نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔

اور ارشاد ہے ”يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ، وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ“۔ (سورہ توبہ: ۳۲)

یہ اپنے پروپیگنڈہ اور زبانی مہم کے ذریعہ اللہ کی روشنی بجھا دینا چاہتے ہیں، اور اللہ کا فیصلہ ہے کہ وہ اپنی روشنی کو مکمل کر کے رہے گا، چاہے ان منکروں کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو، اور اسی دین متین کی تشریح احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جن کے بارے میں فرمایا گیا کہ: ”إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ“ اس کی وضاحت و تفسیر بھی ہماری ذمہ داری ہے۔

البتہ اسباب ظاہری کے طور پر اس کی حفاظت کا کام اپنے بندوں سے لیا، چنانچہ قرآن کریم کے الفاظ و حروف اور اس کو صحت سے پڑھنے کا التزام حفاظ و قراء کرام سے کروایا، اور اس کے معانی کی حفاظت مفسرین کرام سے اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت محدثین عظام سے، اور دونوں سے معانی و احکام کا استنباط فقہاء کرام سے کروایا۔

حفاظت کے دو طریقے ہیں: (۱) حفظ۔ (۲) کتابت۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگردوں کی پہلی جماعت

سے شغف رکھنے والے آپ سے سند حاصل کرنے کو اپنے لئے باعثِ فضل و کمال سمجھتے تھے۔

دیگر علوم و فنون کے مقابلہ میں حدیث کا علم غیر معمولی ہے، اس میں ان تمام روایات کے احوال سے باخبر ہونا ضروری ہے، جن کے ذریعہ یہ علم پہنچا ہے، پھر ان لکھو کھا افراد کی زندگی کی تفصیلات، ان کا مزاج و مذاق، ان کا کردار، معاصرین کا ان کے بارے میں خیال کہ وہ ثقہ یا کامل الضبط ہیں یا نہیں وغیرہ، یہ خود ایک مستقل فن ہے۔

اس فن پر آپ کی گرفت تھی، یہ فضل الہی اور امتیازی خصوصیت ہے جو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے آپ کو ودیعت کی گئی تھی، متن حدیث، سند حدیث، اور حدیث کے مقتضیات و مطالبات اور اس کے معانی و مفاہیم پر نہ یہ کہ آپ کو گرفت تھی، بلکہ بفضلِ ایزدی اس کا القاء ہوتا تھا، آپ کی تحقیقات، روایت و درایت پر نقد، وسعتِ مطالعہ اور متقدمین و متاخرین کی کتابوں پر بھرپور نقد و تبصرہ اور علامہ ابن حجر عسقلانی جیسے جبلِ العلم فی الحدیث کے مسامحات کا تذکرہ، یہ وہی شخص کر سکتا ہے جس نے پوری بصیرت، انہماک، عشق کے سوز اور مجتہدانہ فراست کے ساتھ پورے ذخیرہٴ احادیث کو کھنگال ڈالا ہو۔

در اصل ابتدا ہی سے آپ نے علم حدیث کے ساتھ اشتغال رکھا، آپ خود فرماتے تھے کہ اگر مجھے کسی سے کچھ پیسے میسر آجاتے تو ان سے حدیث کی کتابیں خرید لیتا، اب آپ کی قیام گاہ پر اپنا ذاتی علم حدیث کا اتنا بڑا کتب خانہ ہے کہ شاید ہی برصغیر میں کسی کے پاس ہو۔

آخری دور میں تو آپ نے عوام و خواص سے کچھ ملنا جلنا بھی شروع کر دیا تھا، اور آپ کی خدمت میں جو حاضر ہوتے، ان کی اصلاح و تربیت، تزکیہٴ روحانی، اور ان کی اخلاقی حالت پر توجہ فرماتے تھے، ورنہ اس سے قبل تو آپ نے اپنے آپ کو درس و مطالعہ کے لئے وقف کر رکھا تھا۔

آپ کو صرف فن حدیث ہی پر مکمل گرفت نہیں، یہ تو آپ کی امتیازی خصوصیت تھی، بلکہ دیگر علوم و فنون، صرف و نحو، عروض و معانی،

محدثین موجود رہے، اور نہ صرف عرب اور اسلامی ممالک میں بلکہ عجم و ہند میں ایسے علماء کثیر تعداد میں رہے ہیں، جنہوں نے محنت کر کے دودھ کا دودھ اور پانی پانی کر دیا۔

ماضی قریب میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیری اور ان کے بعض تلامذہ، اسی طرح حضرت مولانا حبیب الرحمنؒ اسی شان کے محدثین میں سے تھے۔

عہد حاضر میں حضرت مولانا شیخ محمد یونس صاحب جو پوری اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی تھے۔ (ماخوذ باختصار، از عرض مرتبہ بر کتاب ایواقیۃ الغالیۃ، بقلم: محمد ایوب سورتی، ص: ۱۶۱۵)

مولانا ایشیا کے عظیم الشان ادارہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی مسندِ درس پر تقریباً چالیس سال سے فائز رہے، اور ہزاروں تشنگانِ علم و معرفت کی پیاس بجھاتے رہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ نے اپنی حیات ہی میں آپ پر اعتماد فرما کر بخاری شریف کی تدریس کی خدمت آپ کے سپرد فرمادی تھی، پھر کچھ دن کے بعد بیعت و ارشاد کی بھی اجازت مرحمت فرمادی تھی۔

برصغیر میں بخاری شریف کا درس معیارِ فضل و کمال ہی نہیں، بلکہ علم و فضل اور تقدیس و پاکیزگی کا بھی امین سمجھا جاتا ہے، آپ کی ذاتِ گرامی یقیناً فضل و کمال، علم و عمل، تقویٰ و طہارت، صبر و قناعت، توکل و رضا، خوف و خشیت اور انابت الی اللہ کی ایک جامع و مکمل تصویر تھی۔

تمام علوم و فنون میں آپ کو مرجعیت کا مقام حاصل تھا، خصوصاً علم حدیث میں تو آپ ہندوستان و ایشیا ہی میں نہیں بلکہ پورے عالمِ اسلام میں اس وقت سند کا درجہ رکھتے تھے، بہت سے علماء و محدثین مختلف مقامات سے حاضر خدمت ہوتے رہتے تھے، اور آپ سے حدیث کی سند حاصل کرتے تھے، نیز اپنے علمی اشکالات پیش کر کے ان کا حل طلب کرتے تھے، اور یہاں آکر انہیں تشفی ہو جاتی تھی، بہت سے علمائے عرب بھی آپ سے مراجعت کرتے تھے، اور بہت سے حدیث

راستہ میں تھک گئے تو ماموں نے کاندھے پر اٹھایا، تھوڑی دور چل کر اتار دیا، اسی طرح کبھی اٹھا لیتے اور کبھی اتار دیتے، سارا راستہ قطع ہو گیا مگر بچپن کی وجہ سے پڑھنا نہیں ہو سکا، صرف کھیل کود کام تھا، پھر ایک اور مکتب میں بیٹھے، وہاں کچھ قاعدہ بخدادی پڑھا، ماموں صاحب نے پڑھنا چھوڑ دیا تو ہمارا پڑھنا بھی چھوٹ گیا۔

پھر کچھ دنوں بعد ایک پرائمری اسکول ہمارے گاؤں میں قائم ہو گیا، اس میں جانے لگے، درجہ دوم تک وہاں پڑھا، پھر درجہ سوم کیلئے مانی کلاں کے پرائمری اسکول میں داخلہ لیا، سوم پاس کرنے کے بعد والد صاحب نے یہ کہہ کر چھڑا دیا کہ انگریزی کا دور نہیں اور ہندی میں پڑھانا نہیں چاہتا۔

ایک دلچسپ قصہ پیش آیا کہ میں اپنے طور پر ہندی کی پہلی کتاب پڑھ رہا تھا، اس میں لکھا ہوا تھا کہ ”طوطا رام رام کرتا ہے“ والد صاحب نے جب مجھ کو پڑھتے سنا تو فرمایا: ”کتاب رکھ دو، بہت پڑھ لیا“ اس کے بعد تقریباً دو سال تعلیم چھٹی رہی۔

#### علاقہ کا حال:

علاقہ میں عام طور سے جہالت تھی، لیکن عام طور پر لوگ صحیح العقیدہ اور دین کی طرف مائل تھے۔

میرے نانا مرحوم تو میری والدہ کی ولادت سے غالباً پہلے وفات پا گئے تھے، پھر نانی مرحومہ کی دوسری شادی میرے دادا مرحوم کے بڑے بھائی سے ہوئی، جن کو ہم ساری عمر اپنا نانا سمجھتے رہے، اور وہ بھی ہمارے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرتے تھے، وہ بچپن سے نمازی اور دین دار تھے، عام طور سے برما رہا کرتے تھے، وہاں کوئی عالم رہتے تھے، جو حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ کے سلسلے میں منسلک تھے، ان سے اچھا تعلق تھا، جس کا اثر یہ ہوا کہ ہمارے گاؤں میں تعزیہ بنتا تھا، جس میں ہمارے خاندان کے بعض لوگ شریک ہوتے تھے، سنا ہے کہ دادا مرحوم بھی شرکت کرتے تھے، مگر نانا مرحوم نے ڈھول وغیرہ توڑ ڈالے، اور اس بدعت کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہو گیا۔

نقد و بلاغت، منطق و فلسفہ، کلام و عقائد، زبان و ادب، فقہ و تفسیر وغیرہ پر بھی مکمل درک تھا۔

آپ نے ابتدا میں حدیث کے علاوہ بھی بہت سی کتابیں پڑھائی ہیں، اور ان فنون کا حق ادا کیا ہے، اس کے علاوہ تاریخ و جغرافیہ، سیر و سوانح، اور قوموں و ملکوں کے حالات پر بھی آپ کی گہری نظر تھی، جب بھی مجلس میں کوئی موضوع زیر بحث آجاتا ہے اس پر سیر حاصل مواد میسر ہوتا تھا۔

برصغیر، مشرق وسطیٰ، عالم اسلام اور دنیا کے حالات پر آپ کی گہری نظر تھی، کسی بھی گوشہ میں جو حالات پیش آتے تھے، ان پر آپ کا دل دھڑکتا اور بے چینی محسوس کرتا تھا۔

خلاصہ یہ کہ حق تعالیٰ نے آپ کو بے شمار خصائص و امتیازات عطا فرمائے تھے، ملت کو آپ کی ذات سے نفع کثیر حاصل ہو رہا تھا۔ (ماخوذ باختصار، البیواقیت الغالیہ، و: ۲۱ تا ۲۳)

آپ کے حالات زندگی آپ ہی کے دست مبارک سے ”ایک خود نوشت مرقع“ کے نام سے لکھے ہوئے ہیں، اسی کی تلخیص پر ہم اکتفا کرتے ہیں۔

#### ایک خود نوشت مرقع:

اسم گرامی: محمد یونس

ولادت: تاریخ پیدائش: صبح ۷ بجے بروز دوشنبہ ۲۵ رجب

۱۳۵۵ھ/ ۱ اکتوبر ۱۹۳۷ء۔

#### طفولت و تعلیم:

ابتداءً جب عمر چھ سات سال کے مابین ہوئی، اپنے شوق سے ایک مکتب میں جانا شروع کیا، جس کی صورت یہ ہوئی کہ والدہ مرحومہ کا تو انتقال ہو گیا تھا، جبکہ میری عمر ۵ سال ۱۰ ماہ کی تھی، نانی کے پاس رہتا تھا، وہ چھوٹے ماموں کو مکتب جانے کیلئے مار رہی تھی، میرے منہ سے نکل گیا کہ ہم بھی پڑھنے جائیں گے، اسی وقت کھانا پک گیا اور ڈیڑھ میل پر ایک مکتب تھا جہاں بڑے ماموں کے ساتھ بھیج دیئے گئے، مگر

پڑھے لکھے تھے، ایک صاحب نے ہمیں حکم دیا: ”چل منبر پر اور خطبہ پڑھ“ ہم بے خوف چڑھ گئے اور خطبہ شروع کر دیا، ایک جگہ تو ذرا اٹک سی ہو گئی، باقی الحمد للہ صاف ہی پڑھا گیا، نماز ایک دوسرے صاحب نے پڑھائی، ہماری نانی صاحبہ اور دوسرے اعزہ اس سے بہت مسرور ہوئے، مگر خیال یہ پڑتا ہے کہ خطبہ ایک ہی ہوا تھا۔

### گاؤں کا حال:

ہمارے گاؤں سے تین میل کے فاصلہ پر مانی کلاں میں جامع مسجد میں تو حفظ پڑھایا جاتا تھا اور اتنا بابرکت درس تھا کہ سینکڑوں حفاظ پیدا ہوئے، ہمارے مختصر سے گاؤں میں جس کی اُس وقت کی مسلم آبادی زیادہ سے زیادہ پندرہ مکانات پر مشتمل تھی اس میں چھ حفاظ تھے، وہیں مدرسہ ضیاء العلوم تھا، جس میں ہماری ابتدائی تعلیم ہوئی، ہمارے گاؤں میں سب سے پہلے اس مدرسہ میں مولوی نور محمد صاحب نے پڑھا، جن سے ہم نے تعلیم الاسلام کے کچھ اسباق پڑھے، وہ پھر پاکستان چلے گئے۔

### عربی کی تعلیم:

پھر تقریباً ۱۳ سال کی عمر میں مدرسہ ضیاء العلوم قصبہ مانی کلاں میں داخلہ ہوا، ابتدائی فارسی سے لے کر سکندر نامہ تک اور پھر ابتدائی عربی سے لے کر مختصر المعانی، مقامات و شرح وقایہ و نور الانوار تک وہیں پڑھیں۔

اکثر کتابیں استاذی مولانا ضیاء الحق صاحب سے اور شرح جامی بحث اسم حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب سے، مگر کثرت امراض کی وجہ سے بیچ میں طویل فترات واقع ہوتی رہیں، اس لئے تکمیل کافی مؤخر ہو گئی۔

پھر یہ بھی پیش آیا کہ ہماری جماعت ٹوٹ گئی، ہم نے اولاً شرح جامی، شرح وقایہ، نور الانوار مولانا ضیاء الحق صاحب سے پڑھی تھیں، مگر جماعت نہ ہونے کی وجہ سے حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب نے اگلے سال پھر انہیں کتابوں میں داخل کر دیا اور خود پڑھایا۔

والد صاحب تو ہمیشہ ہی بدعت سے دور ہے؛ لیکن ایک چیز کو کوئی بھی بدعت نہیں سمجھتا تھا، وہ مولود شریف اور قیام تھا، حضرت اقدس مولانا عبدالحلیم صاحب کی جب آمد و رفت شروع ہوئی تو ہمیشہ کے لئے اس کا خاتمہ ہو گیا۔

مجھے اپنے بچپن کا واقعہ یاد ہے جب میری عمر ۹/۱۰ سال کی ہوگی، میں بچوں کے ساتھ مولود کی مجلس کرتا تھا، ہماری بیل گاڑی تھی، اس پر ہم عمر تین چار بچے جمع ہو جاتے، اور ہم سب سے بڑے علامہ سمجھے جاتے اور مولود پڑھتے اور پڑھتے کیا، صرف کھڑے ہو کر درد و سلام پڑھ لیتے اور اس کے بعد گھروں سے جو کھانا وغیرہ لاتے وہ مل کر سب کھا لیتے اور مجلس برخواست ہو جاتی۔

اپنے کو علامہ سمجھے جانے کا ایک دلچسپ قصہ لکھتا ہوں، میں اپنے گاؤں کے پرائمری اسکول میں پڑھتا تھا، نو سال کی عمر ہوگی، ماسٹر صاحب موجود نہیں تھے، تھوڑی دیر میں دیکھا ایک جنازہ قریب کے قبرستان میں لایا گیا اور اس کو دفن کیا جانے لگا، ہم نے سب لڑکوں سے کہا کہ ہم نے نماز جنازہ نہیں پڑھی، جلدی سب لوگ وضو کر لیں، سب نے وضو کیا اور ہم نے نماز جنازہ پڑھائی، نامعلوم کیا ہوا دوبارہ پڑھائی، غالباً سہ بارہ بھی، اور یہ سب مکتب میں ہو رہا تھا، جو اس وقت گاؤں سے باہر ایک شخص کی ایک عمارت میں تھا، جہاں ان کے بیل اور مزدور رہتے تھے۔

### بچہ کا خطبہ، بڑے کی امامت:

ایک اور دلچسپ قصہ لکھ دوں، ہمارے گاؤں میں جمعہ ہوا کرتا تھا، ہم سب سے پہلے غسل کر کے پہنچ جاتے تھے اور خطیب صاحب کی نفل اتارا کرتے تھے، ایک مرتبہ اتفاق سے خطیب صاحب موجود نہ تھے اور گاؤں کے بڑے بوڑھے موجود تھے، جن میں میرے نانا بھی تھے، میری عمر ۹/۱۰ سال سے زیادہ نہ ہوگی، کوئی پڑھا لکھا نہ تھا، صرف قرآن شریف پڑھے ہوئے تھے، اس کے علاوہ کچھ پڑھ نہیں سکتے تھے، حضرت عمرو بن سلمہ الجرمی کی طرح ہم ہی اس وقت سب سے بڑے

## مظاہر علوم میں داخلہ:

اس کے بعد شوال ۱۳۷۷ھ میں مدرسہ مظاہر علوم میں بھیج دیا، یہاں آکر پہلے سال جلالین، ہدایہ اولین، میبذی اور اگلے سال بیضاوی، سلم العلوم، ہدایہ ثالث، مشکوٰۃ شریف اور تیسرے سال یعنی شوال ۱۳۷۹ھ تا شعبان ۱۳۸۰ھ دورہ حدیث شریف کی تکمیل کی، اور اس سے اگلے سال کچھ مزید کتابیں ہدایہ رابع، صدر، شمس بازغہ، اقلیدس، خلاصۃ الحساب، درمختار پڑھیں۔

## مظاہر علوم کی مسند تدریس پر:

شوال ۱۳۸۱ھ میں معین المدرس کے عہدہ پر تقرر ہوا، وظیفہ طالب علمی کے ساتھ سات روپیہ ماہانہ ملتا تھا، شرح وقایہ اور قطبی زیر تعلیم و تدریس تھیں، اگلے سال بھی یہی کتابیں رہیں اور وظیفہ ۱۰ روپے ماہانہ ہو گیا، اس سے اگلے سال تیس روپے خشک (یعنی بلا طعام) پر تقرر ہوا، اور مقامات و قطبی سپرد ہوئیں، اور اس سے اگلے سال یعنی چوتھے سال شوال ۱۳۸۴ھ سے ہدایہ اولین، قطبی و اصول الشاشی زیر تدریس تھیں۔

## درس حدیث:

اسی سال ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ میں حضرت استاذی مولانا امیر احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کا انتقال ہو جانے کی وجہ سے مشکوٰۃ شریف استاذی مفتی مظفر حسین صاحب کے یہاں سے منتقل ہو کر آئی، جو باب الکبائر سے پڑھائی، پھر آئندہ سال شوال ۸۵ھ میں مختصر المعانی، قطبی، شرح وقایہ، مشکوٰۃ شریف مکمل پڑھائی، اور شوال ۸۶ھ میں ابو داؤد شریف و نسائی شریف و نور الانوار زیر تعلیم رہیں، اور شوال ۸۷ھ سے مسلم شریف، نسائی و ابن ماجہ و موطنین زیر درس رہیں۔

## شیخ الحدیث کے منصب پر:

اس کے بعد شوال ۱۳۸۸ھ میں بخاری شریف و مسلم شریف و ہدایہ ثالث پڑھائی ”وللہ الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ و مبارکاً علیہ“ اس کے بعد سے بحمد اللہ سبحانہ و تعالیٰ بخاری شریف اور کوئی دوسری کتاب ہوتی رہتی ہے۔

## امراض کے باوجود علمی شغل:

میں مسلسل بیمار رہا، مظاہر علوم آنے کے چند دن بعد نزلہ و بخار ہو گیا اور پھر منہ سے خون بھی آ گیا، حضرت اقدس ناظم (مولانا اسعد اللہ) صاحب نور اللہ مرقدہ کا مشورہ ہوا کہ میں گھر واپس ہو جاؤں، لیکن میں نے انکار کر دیا، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ و اعلیٰ اللہ مراتب نے بلا کر ارشاد فرمایا کہ: ”جب تو بیمار ہے اور لوگوں کا مشورہ بھی ہے تو مکان چلا جا“ میں نے عرض کیا جواب تک یاد ہے کہ: ”حضرت! اگر مرنا ہے تو یہیں مر جاؤں گا“ حضرت نے فرمایا کہ: ”بیماری میں کیا پڑھا جائے گا؟“ میں نے عرض کیا، اور اب تک الفاظ یاد ہیں کہ: ”حضرت! جو کان میں پڑے گا وہ دماغ میں اتر ہی جائے گا“ اس پر حضرت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ ”پھر پڑا“۔

یہ ہے حضرت قدس سرہ سے پہلی بات چیت، اس کے بعد ہم تو بہت بیمار رہے، اور گاہ بگاہ جب طبیعت ٹھیک ہو جاتی تو اسباق میں بھی جاتے رہتے، انھیں ایام میں حضرت اقدس مولانا عبد الحلیم صاحب کو اپنی بیماری کا خط لکھا، مولانا نے جواباً لکھا کہ یہ کیا یقین ہے کہ ”خون پھیپڑے سے آیا ہے؟“ اس سے طبیعت کو کچھ سکون ہو گیا، لیکن سینے میں درد رہا کرتا تھا۔

یہ بات اور بھی لکھ دوں کہ جن ایام میں طبیعت خراب تھی، کبھی کبھی دار الحدیث کے شرقی جانب بیٹھ کر حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کا درس سنتا اور سوچا کرتا تھا کہ نامعلوم ہم کو بھی بخاری شریف پڑھنی نصیب ہوگی یا نہیں؟ اور رویا کرتا تھا، اس مالک کالا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے توفیق عطا فرمائی اور پڑھنے کی منزل گزر گئی، اور اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے پڑھانے کی توفیق بخشی، حالات کی ناسازگاری سے جس کی توقع بھی نہیں تھی، لیکن سب فضل و کرم ہے:۔

کہاں میں اور کہاں یہ ناکہت گل

نسیم صبح تیری مہربانی!

امراض کے تسلسل کی وجہ سے شادی کی ہمت ہی نہ ہوئی اور اب

عرض کیا ”حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب سے“ فرمایا: ”وہ تو بہت پکا تھا، تو تو بہت کچا ہے“۔

اس کے بعد حضرت نے برف کا ٹھنڈا پانی جس میں عرق کیوڑہ ملا ہوا تھا، نوش فرمایا اور کچھ بندہ کے لئے بچا دیا، مگر زیادہ آنا جانا نہیں رہا۔

#### دستر خوان پر اکرام:

اصل جان پہچان اس وقت ہوئی جب بندہ کا قیام دفتر میں ہو گیا، وہ اس طرح کہ رمضان شریف میں میں اپنی سحری الگ کھا لیتا تھا، ایک رات خواب دیکھا کہ مولانا اکرام الحسن صاحب مرحوم والد ماجد حضرت مولانا انعام الحسن صاحب بندہ کی طرف متوجہ ہیں اور کچھ بات کر رہے ہیں، اسی رات سحری میں حضرت نے بلوایا اور جب کوئی اکرام کی صورت ہونے والی ہوتی تو مولانا اکرام صاحب کو دیکھا کرتے تھے، بہر حال حضرت نور اللہ مرقدہ نے بلوا کر فرمایا کہ:

”مجھے معلوم ہوا کہ تو تنہا ہی سحری کھا لیتا ہے، دیکھ! سحری ہمارے ساتھ کھا لیا کر اور اپنی سحری مولوی نصیر کو دے دیا کر“ اور پھر فرمایا:

”سحری کھائی؟“

میں عرض کیا جی ہاں، فرمایا: ”اور کھائے گا؟“ عرض کیا میں کھا چکا ہوں، فرمایا: ”اور کھانے پر بھی تو کھایا جاوے“ ہم بیٹھ گئے، اس کے بعد روزانہ حضرت نور اللہ مرقدہ کے دسترخوان پر سحری میں حاضر ہو جاتے، اس زمانہ میں حضرت کے یہاں سحری میں پلاؤ کے ساتھ گھی لگی ہوئی روٹیوں کا دستور تھا، حضرت نور اللہ مرقدہ نے ایک مرتبہ پوچھا:

”گھی چڑی روٹی مل گئی؟“ میں نے عرض کیا: جی ہاں! حضرت نے پوچھا ”کتنی آئی؟“ میں نے عرض کیا: ایک، حضرت نے دوسری سرکادی، اس کے بعد سے ہمارے لئے دوکا دستور ہو گیا۔

#### دلچسپ بحث:

ایک مرتبہ دیر سے پہنچا اور حضرت نور اللہ مرقدہ سے ایک بحث بھی کی، جس کا افسوس اب تک ہے۔

بڑھاپا شروع ہو چکا، حدودِ خمسین کے آخری سالوں میں چل رہا ہوں، اب اپنی بیماریوں کی وجہ سے ضرورت محسوس ہوتی ہے مگر ہوتا کیا ہے، وقت گزر گیا۔

#### حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کی پہلی زیارت:

حضرت نور اللہ مرقدہ کا نام نامی تو مدرسہ ضیاء العلوم میں اپنے اساتذہ اور خاص طور سے استاذی حضرت اقدس مولانا عبدالحلیم صاحب سے سنا، پھر جب سہارنپور بغرض تکمیل حاضر ہوئے تو حضرت نور اللہ مرقدہ کی زیارت ہوئی، سب سے پہلی زیارت کی شکل یہ ہوئی کہ میں کسی ضرورت سے مدرسہ کے دفتر میں گیا تو حضرت نور اللہ مرقدہ کو دیکھا، ایک سادہ کرتا پہنے ہوئے تھے جس کا رنگ زرد تھا، غالباً ڈور یا کا ہوگا، لیکن بات چیت نہیں ہوئی، بات چیت تو بیماری کے وقت ہوئی، اس کی ابتداء میں تردد ہے کہ پہلے وہ واقعہ پیش آیا جو اولاً لکھا گیا یا دوسرا واقعہ جو لکھ رہا ہوں۔

”وہ تو بہت پکا تھا تو تو بہت کچا ہے“

ہمیں جذبہ پیدا ہوا کہ حضرت نور اللہ مرقدہ سے دعا کروانی چاہئے حضرت مغرب کے بعد طویل نوافل پڑھتے تھے، ہم بیٹھ گئے، ایک صاحب نے غالباً بیعت کی درخواست دے رکھی تھی، حضرت نور اللہ مرقدہ نے سلام پھیرا اور فارغ ہو کر فرمایا: ”آبھائی“۔

ہم نے سمجھا کہ شاید ہمیں بلار ہیں، ہم آگے بڑھ گئے، حضرت نے فرمایا: ”تو نہیں“ ہم بلبلا کر رو پڑے۔

بہر حال پہلے حضرت نور اللہ مرقدہ نے ان صاحب کی ضرورت پوری کی، اس کے بعد احقر کا ہاتھ پکڑا، اور ساتھ لے کر کچے گھر چلے اور حال پوچھتے رہے اور بیماری کا تذکرہ کرتے رہے، حضرت نے پوچھا کہ: ”تو کہاں سے پڑھ کر آیا ہے؟“ میں نے عرض کیا ”مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں“ سے۔

حضرت قدس سرہ نے فرمایا: ”کس سے پڑھا؟“

اور بہت زور سے، حضرت نور اللہ مرقدہ سے عرض کیا، حضرت نے فرمایا: ”بیعت میں انقیاد اور عدم تنقید ضروری ہے، استخارہ کر لے۔“

میں نے عرض کیا: حضرت! میں نے دعاء کی ہے، اس زمانہ میں اپنی دعا پر بڑا اعتماد تھا، مگر حضرت نے فرمایا کہ: ”استخارہ کم از کم تین مرتبہ، اور رات گزرنا اور سونا ضروری نہیں ہے۔“

#### منامی بشارت:

تیسرے استخارہ میں خواب دیکھا، مولانا اکرام صاحب فرما رہے ہیں کہ ”مدرسہ قدیم آجاؤ آباد ہو جائے گا۔“

ہمارا قیام اس زمانہ میں دارالطلبہ قدیم میں ہو چکا تھا، حضرت نے سن کر فرمایا: ”یہ خواب امید افزا ہے۔“

#### خصوصی بیعت:

ایک دن رمضان میں ظہر بعد اپنے خلوت خانہ میں طلب فرما کر بیعت فرمایا۔

میں نے اس سے پہلے عرض کیا تھا کہ حضرت! جب عمومی بیعت ہوتی ہے میں بھی سب کے ساتھ شامل ہو جاؤں گا، مگر حضرت نور اللہ مرقدہ نے انکار فرمایا۔

ایک بات یہ بھی لکھ دوں کہ اس وقت بعض ایسے مشائخ کبار حیات تھے جن سے بندہ کو بہت عقیدت تھی؛ لیکن بیعت میں حضرت نور اللہ مرقدہ ہی کی طرف طبعی رجحان تھا اور عقلاً بھی رجحان تھا، نیز یہ بھی کہ حضرت استاذ تھے اور پھر قریب بھی تھے۔

#### قیمتی نصائح:

ہر وقت پاس رہنا تھا، اس لئے خط و کتابت تو ہوتی نہیں تھی، بعض اوقات یونہی بعض پرچے مدینہ طیبہ سے بھجوائے ان میں بعض نصائح لکھیں اور بعض اوقات زبانی نصائح کیں:

(۱) ایک گرامی نامہ میں لکھا: ”جہاں تک ہو سکے اکابر کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرنا اور ظاہر سے زیادہ باطن میں۔“

(۲) تیسرے سال بلڈ پریشر کی تکلیف پر تحریر فرمایا: ”ایک بات کا

حضرت نے پہنچتے ہی فرمایا کہ ”خالی جگہ نہیں! بیٹھ جا“ میں نے کہا بیٹھ کر کیا کروں گا؟ فرمایا: ”قل صواللہ پڑھ کر ایصال ثواب کر“ میں نے پوچھا کسے؟ فرمایا: ”مجھ کو“ عرض کیا زندوں کو؟ تو نے مشکوٰۃ شریف نہیں پڑھی؟“ عرض کیا پڑھی تو ہے، فرمایا ”مسجد عشا روالی روایت نہیں پڑھی؟“ عرض کیا: پڑھی تو ہے، پوچھا کہ ”کہاں ہے؟“ میں نے عرض کیا مشکوٰۃ کتاب الفتن میں (یہ روایت مشکوٰۃ کتاب الفتن میں باب الملاحم کی فصل ثانی میں ہے) حضرت نور اللہ مرقدہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: مولانا سید سلیمان ندویؒ اس حدیث پر میرے معتقد ہو گئے، فرمایا: ”ایک مرتبہ سید صاحب تشریف لائے، انھوں نے یہ حدیث معلوم کی، میں نے کہا: ابوداؤد میں ہے، سید صاحب نے پوچھا کہ کہاں ہے؟ میں نے کہا: کتاب الملاحم میں، اور پھر کتاب منگوا کر دکھا بھی دی۔“

#### تزکیہ کی طرف عدم التفات:

ابتداءً بالکل بچپن میں تو طبیعت کا رجحان تھا؛ لیکن بعد میں بعض وجوہات سے یہ خیال نکل گیا، اور یہی نہیں بلکہ کچھ اس کی اہمیت ہی نہیں رہی، حضرت عبدالجلیم صاحب مرحوم نے بعض خطوط میں ناراضگی کا اظہار بھی کیا اور لکھا: ”تزکیہ ضروری ہے۔“

لیکن اس وقت کتابوں کی طرف غیر معمولی رجحان تھا، ادھر بالکل التفات ہی نہیں، بلکہ ایک مرتبہ جب حضرت نور اللہ مرقدہ اپنے دارالتصنیف میں تشریف فرما تھے اور میں حسب معمول حاضر ہوا، تو تھوڑی دیر کے بعد سوال کیا، کیا بیعت ہونا ضروری ہے؟ حضرت نور اللہ مرقدہ نے ارشاد فرمایا: ”بالکل نہیں۔“

پھر ایک زمانہ گزر گیا، بہت سے لوگ بیعت کی طرف توجہ دلاتے تھے، جیسے مولانا منور حسین صاحب، مولانا عبدالجبار صاحب اور بعض اصرار کرتے تھے، جیسے صوفی انعام اللہ صاحب، مگر کچھ التفات ہی نہ تھا۔

#### بیعت میں انقیاد ضروری:

اچانک رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ کے عشرہ اخیر میں خیال پیدا ہوا

ناکارہ و کم فہم مرید تھے، اور پھر مدرسہ کے متعلق معاملات پڑتے تھے، اس میں کثرت سے ڈانٹ پڑتی تھی اور پھر حضرت نور اللہ مرقدہ ویسے ہی ہو جاتے تھے جیسے پہلے۔

ہاں ایک آدھ مرتبہ بعض حضرات نے حضرت کو بہت ہی مکدر کر دیا، لیکن معاملہ کسی اور ذات کے حوالہ تھا، اللہ تعالیٰ نے پھر صفائی کرادی ہے۔

اور ہمارا مزاج یہ تھا کہ فضول ہم کسی کام میں پڑتے نہیں، اس لئے جب اپنا کام بن جاتا تو پیچھے نہیں پڑتے تھے۔

ایک عجیب قصہ جمل لکھتا ہوں، لکھنے کے لئے نہیں، بعض حضرات نے شکایت کر کے حضرت کو مکدر کر دیا، حضرت ایک رمضان میں رنجیدہ رہے، رمضان تو گزر گیا، اس کے بعد ہم نے ایک پرچہ لکھا جس میں معافی مانگی اور یہ لکھ دیا کہ ”اگر کوئی کام ہو تو میرے حجرہ میں بھجوادیا جائے، مجھے سردی بہت لگتی ہے“۔

حضرت بہت خوش ہوئے اور کئی بار دعوت کی، اور رمضان شریف میں جن بعض حضرات نے فقرے کسے اور ستایا وہ آئے، اور شرمندہ ہوئے، ہم نے اپنے دل میں کہا کہ ہم حضرت کے شاگرد و خادم ہیں، آپ حضرات کو ان قصوں میں نہ پڑنا چاہئے، اس کے بعد سے وہ صاحب تو ہمیشہ کے لئے بحمد اللہ خاموش ہو گئے۔

#### عطایا کی بارش:

بارہا حضرت نے روپے دیئے، ۸۲ھ کے حج میں جاتے ہوئے پچاس روپے دیئے تھے، اس کی نصب الرایۃ خرید لی، حج سے آکر پوچھا کہ: ”میں نے چلتے ہوئے تجھے روپے دیئے تھے کچھ تیرے کام آئے؟“ میں نے عرض کیا کہ میں نے نصب الرایۃ خرید لی، تو فرمایا کہ: ”اس کے لئے تو عمر بڑی تھی“۔

مقصد یہ تھا کہ دوسری ضروریات میں خرچ کرتے، ”لامع الدراری“ کے ختم پر تین سو روپے دیئے، جس کی ہم نے ”مرقاۃ المفاتیح“ منگوائی، اور متفرق اوقات میں دیتے رہے، کبھی تیس، کبھی پچاس، اکثر پچاس،

خیال رکھیو کہ اگر بیماری میں زبانی معمولات نہ ہو سکیں، تو قلب کو ضرور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھیو، اور زبانی معمولات میں درود شریف کو مقدم رکھیو، میں نے درود شریف کے بہت فوائد دیکھے ہیں“۔

(۳) اور یہ تو کئی مرتبہ نصیحت کی: ”کبر سے پورا اجتناب کرنا، اور اپنی نااہلی پیش نظر رہے، اگر کوئی کہے تو اس پر طبعی اثر غیر اختیاری چیز ہے، لیکن برانہ ماننا چاہئے“۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ عقلاً یہ خیال ہو کہ ہم تو بہت گندے ہیں، نہ معلوم کتنے عیوب ہیں، اس لئے عقلاً برانہ مانے، واللہ اعلم۔

(۴) ایک خط میں نے لکھا تھا کہ ایک طالب علم بہت اصرار کرتا ہے کہ بیعت کر لو، حضرت نور اللہ مرقدہ نے تحریر فرمایا: ”ضرور کر لو، سلسلہ چلانے کے لئے بیعت تو ضرور کرنا، مگر اپنی نااہلیت کا استحضار رہنا چاہئے، اگر نہ کرو گے تو یہ سلسلہ بند ہو جائے گا، جو سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چلا آ رہا ہے“ (یہ خط اسٹینگر جنوبی افریقہ سے لکھوایا تھا)۔

(۵) ایک خط میں لکھوایا تھا: ”مدرسہ کے مال میں بہت احتیاط کرنا“۔

(۶) مرکز نظام الدین دہلی میں جب حضرت نور اللہ مرقدہ سے ملاقات ہوئی، تو بالکل خلاف توقع معانقہ فرمایا، اور فرمایا کہ: ”اخلاص سے کام کرنا“۔

(۷) آخری خط جو ۱۲ جولائی ۱۹۸۲ء کا تحریر کردہ ہے، اس میں میرے ایک خط کے جواب میں لکھا، جس میں میں نے اپنے امراض کی شدت اور خواب میں اموات و مقابر دیکھنے کا تذکرہ کیا تھا لکھا کہ: ”اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مجھے اور تم کو دونوں کو حسن خاتمہ کی دولت سے مالا مال کرے، ہر وقت اپنے عمل سے ڈرتے رہنا چاہئے، اگرچہ مالک کا کرم بڑا ہے، اس کے کرم ہی کا سہارا ہے، پھر بھی استغفار کثرت سے کرتے رہنا چاہئے“۔

#### مقربانِ رابیش بود حیرانی:

بھائی! ہم تو حضرت نور اللہ مرقدہ کے سب سے نالائق شاگرد اور



ہیں ویسا ہی ہمارا ذکر، حضرت کے زمانہ میں اور اب بھی نفی و اثبات واسم ذات کا تو معمول ہے، الایہ کہ مرض یا کوئی شدید مانع ہو باقی اور چیزیں کبھی ہو گئیں کبھی نہیں۔

ایک مرتبہ ایک گرامی نامہ میں تحریر فرمایا، جبکہ میں بہت بیمار ہو گیا تھا کہ: ”دل سے ہر وقت اللہ کی طرف متوجہ رہے“ یہ بھی لکھ دوں کہ زیادہ مجاہدہ میرے بس کا نہیں تھا، اور نہ ہے، ایک مرتبہ رمضان شریف میں حضرت سے عرض کیا کہ: ”حضرت! یہ رات بھر کی بیداری میرے بس کی نہیں“ تو فرمایا: ”سب کو اس کی ضرورت نہیں“۔

ایک مرتبہ اعتکاف میں خواب دیکھا کہ حضرت لوگوں کو کچھ تقسیم فرما رہے ہیں، میں اگلے روز حاضر ہوا، خواب عرض کیا، اور عرض کیا: ”حضرت! اگر بیداری کرنے والوں کو ملے گا تو ہم محروم ہو جائیں گے“ حضرت نے فرمایا: ”نہیں انشاء اللہ“، ایک مرتبہ اعتکاف میں بہت بیمار ہو گیا، اس زمانہ میں کچھ ذکر وغیرہ نہیں کرتا تھا، حضرت نے غالباً بھائی ابوالحسن صاحب یا کسی اور سے کہلوا یا کہ: ”اگر اختیاری مجاہدہ نہیں کرتے تو اضطراری کرایا جاتا ہے“ مگر ہم نے اپنی نالائقی سے کوئی اثر نہیں لیا۔

#### ناظم صاحب کی طرف سے خلافت:

حضرت اقدس مولانا اسعد اللہ صاحب (سابق ناظم اعلیٰ مدرسہ مظاہر علوم) نور اللہ مرقدہ نے بروز پنجشنبہ ۵ محرم الحرام ۱۳۹۶ھ میں ظہر کے بعد اجازت مرحمت فرمائی، جس کا از خود شہرہ ہو گیا، چونکہ احقر کا بیعت کا تعلق حضرت قطب العالم شیخ الحدیث کا ندھلوی ثم المہاجر المدنی نور اللہ مرقدہ سے تھا، اس لئے حضرت ناظم صاحب کی اجازت کے بعد بھی اپنے حضرت نور اللہ مرقدہ سے ہی تربیت کا تعلق رہا، اور بھرا اللہ بالکل کبھی اجازت کا کوئی خیال بھی نہیں آتا تھا، گواہل اللہ کے ارشاد کی دل میں قدر تھی اور ہے۔

#### حضرت کی طرف سے اجازت:

پھر جب حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ رمضان شریف کے لئے

اور بذل المجهود مکمل، لامع الدراری مکمل، اوجز المسالک مکمل، جزء حجۃ الوداع والعمرات اور مختلف رسائل دیئے، اور جب بندہ کی حاضری مدینہ طیبہ میں ہوئی تو فرمایا کہ ”میری کتابوں میں جو پسند ہو لے جا“ وہاں اس وقت اردو کتابیں تھیں، ایک کتاب ”اللؤلؤ والمرجان فیما اتفق علیہ الشیخان“ تھی، وہ ہم نے لے لی، حضرت نے اس کے بعد ایک کتاب بھجوائی ”ابو ہریرہ فی ضوء مروایہ“، تالیف ضیاء الرحمن الاعظمی، اس میں حضرت ابو ہریرہ کی دو سو روایتیں جمع کر کے اس کے طرق وغیرہ پر کلام کیا گیا ہے اور مستشرقین نے جو حضرت ابو ہریرہ کی کثرت روایت پر شکوک و شبہات کئے ہیں ان کی تردید کی ہے، اور تصوف سے متعلق حضرت کی جتنی تالیفات ہیں، یا صوفی اقبال صاحب نے لکھی ہیں، تقریباً سبھی عطا فرمائیں، اور بعض تو بار بار بھجوائی۔

#### ذکر کی تجویز میں توارد:

حضرت نور اللہ مرقدہ سے بیعت تو ہو گیا، لیکن ذکر پوچھنے کی ہمت ہی نہ ہوتی، اپنے امراض کی وجہ سے یہ سمجھتا رہا کہ میرے بس سے باہر ہے اور نہ حضرت نے بیعت کے وقت کچھ فرمایا، ایک مرتبہ رمضان میں از خود اپنے لئے ایک نصاب مقرر کر لیا، یعنی تین تسبیح لا الہ الا اللہ کی اور پانچ تسبیحات اللہ اللہ کی، اس کے بعد جب چند روز بعد غالباً عشاء کے بعد حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا: ”ذکر کر لیا کرو“ اور مذکورہ بالا نصاب بتایا، بس میں تو سمجھتا ہوں کہ اعتکاف میں حضرت کے ساتھ تھا، حضرت کے مبارک قلب کا اثر پڑا، جو خود ایک نصاب مقرر کر لیا اور حضرت نور اللہ مرقدہ نے وہی بتلایا، پھر معلوم ہوا کہ حضرت مشغول حضرات کو یہی نصاب بتاتے تھے۔

#### معمولات میں اضافہ:

کچھ دنوں کے بعد حضرت کے بعض ارشادات کی بناء پر تھوڑا تھوڑا اسم ذات کا اضافہ شروع کیا، اور سترہ سو تک پہنچا دیا، لیکن حضرت نے کم کرنے کو فرمایا، اور فرمایا: اسم ذات ایک ہزار رکھو، یہی اب تک معمول ہے، پاس انفاس کا حکم بار بار دیا اور مراقبہ دعائیہ بھی بتایا، بس جیسے ہم

تعالیٰ اس ناکارہ روسیاء پر نظر کرم فرماویں اور دوام حضوری عطا فرمائیں، اس کے بعد حضرت کے یہاں کچھ مہمان آگئے، حضرت نے فرمایا: ”ان کے ساتھ بیٹھ جا“، ناشتہ سے فراغت کے بعد واپس ہوئے تو مدرسہ قدیم کے دروازہ پر پہنچ کر ایسا معلوم ہوا جیسے سینے میں کوئی چیز داخل ہوگئی، اس کی تعبیر الفاظ میں نہیں ہو سکتی، اور دل میں ذکر کا ایک شدید شوق پیدا ہو گیا اس کے بعد۔

### خواب میں حضرت مدنیؒ کی زیارت:

ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ حضرت متکلف میں ہیں اور حضرت مدنیؒ نور اللہ مرقدہؒ بھی تشریف فرما ہیں، حضرت مدنیؒ کا مصلیٰ بچھا ہوا ہے، میں اس پر آ کر کھڑا ہو گیا، حضرت سے اگلے سال عرض کیا: تو ایک مصلیٰ عنایت فرمایا۔

میں تو ہمیشہ سہارنپور ہی رہتا تھا، ہاں جب پاکستان حاضری ہوئی تو فرمایا: ”اپنی جگہ کام کرنا چاہئے تھا“۔

### مصادر و مراجع:

- (۱) ایواقیت الغالیہ (اکثر حصہ اسی کتاب سے ماخوذ ہے)
- (۲) خودنوشت۔ ایواقیت الغالیہ ہی کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔



### مرثیہ بروفات

#### شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جوہپوریؒ

عرش اعلیٰ پر پاپے حشر فریاد و فغاں	ہائے رخصت ہو گیا دنیا سے وہ شیخ زماں
بن گیا ماتم سرا آف مظاہری میکدہ	کون ہوگا ساقی مہوش برائے تشنگاں
داغ فرقت دے گیا وہ پیکر صدق و صفا	دل میں اب باقی نہیں ہے طاقت ضبط فغاں
الوداع اے آفتاب علم و عرفاں الوداع	ماہتاب زہد و تقویٰ راز دان کن فکاں
لالہ وزگس میں ہدم وہ دلا ویزی نہیں	یاد غم سے منتشر ہے گلشن بزم جہاں
حسرت و سماں کا ایک دریائے ناپیدا کنار	موجزن ہے ہر دل مومن یارب الامان
قرن اول کی اداؤں کا امین بھی چل بسا	ہائے فانی وہ امام المتقین بھی چل بسا

پیشکش: محمد عبداللہ عزیز، مظفر آباد

مدینہ منورہ سے سہارنپور تشریف لائے تو حسب معمول اعتکاف کیا، اور رمضان کے بعد شوال میں مجلس شریف میں حسب معمول حاضری ہوتی رہی، غالباً ۱۵ ذی قعدہ تھی، بروز پنجشنبہ صبح کی مجلس ذکر میں حاضر ہوا تو حضرت نور اللہ مرقدہؒ نے ذکر سے فراغت کے بعد بلوایا، اور فرمایا کہ: ”توجہ کے دن حاجی شاہ جاتا ہے؟“ (حاجی شاہ سہارنپور کا مشہور قبرستان ہے) عرض کیا حضرت! مجھ کو سردی بہت لگتی ہے، حضرت نے فرمایا کہ: ”یہاں آ“ اور چارپائی پر بیٹھنے کے لئے فرمایا، اور فرمایا کہ: ”میرا ارادہ تین چار سال سے تجھے اجازت دینے کا ہے، لیکن تیرے اندر تکبر ہے“، میں خاموش رہا اور الحمد للہ حضرت کے کہنے پر طبیعت پر ذرہ برابر اثر نہیں ہوا۔

اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت والا کو حضرت ناظم صاحب کی اجازت کا علم ہو گیا ہوگا؟ فرمایا کہ ”ہاں“ میں نے عرض کیا: حضرت میری سمجھ میں بالکل نہیں آیا کہ حضرت ناظم صاحب نے کیوں اجازت دی؟ حضرت نے اس پر کیا ارشاد فرمایا یا نہیں رہا، پھر فرمایا کہ: ”تجھے میری طرف سے اجازت ہے“۔

اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھے کچھ دن پیشتر ایک عجیب حالت طاری ہوئی تھی، جیسے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوں اور نماز سے فراغت پر نقص ہی نقص نظر آتا تھا اور اسی وقت نماز کے بعد استغفار پڑھنے کی حقیقت سمجھ میں آئی، اور ایسا ہو گیا تھا کہ اگر کوئی مجھے چارپائی کے سرہانے بیٹھنے کو کہتا تو آنکھوں میں آنسو آجاتے، اور ایک مرتبہ ایک جگہ لوگوں نے امامت کے لئے کہہ دیا تو آنسو آگئے، لیکن نادانی سے ایک جملہ کہنے پر ساری حالت جاتی رہی، میں نے کہہ دیا کہ: ”جب آدمی ذکر پر مداومت کرتا ہے تو اس کو ہمہ وقت ایک معیت حاصل ہو جاتی ہے اور اپنی نااہلی کا ہر وقت استحضار ہو جاتا ہے“، اس میں عجب نفس شامل تھا، بس ساری حالت کا فور ہوگئی۔

حضرت نے فرمایا: ”انشاء اللہ تعالیٰ پھر حاصل ہو جائے گی“، اب تک تو حاصل نہیں ہوئی، لیکن حضرت کی برکت سے امید ہے کہ اللہ